صدائے افسوس

(رقمزدہ کلک مولوی ابوالقاسم صاحب حافظ آبادی مولوی فاضل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدک یامن حمدہ راحۃ الارواح وجالب الافراح ونشکرک یامن شکرہ مزید النعماء وسالب الاتراح ذکرک تطمئن بہ قلوب العارفین و حمدک تطیب بہ انفاس الکاملین وتفوح بریا طیبہا ازہارہا کا نہا جنت عدن تحتہا انہارہا ونسئلک اللہم ان تفیض من صلوتک الزاکیات و التحیات الطیبات علی اشرف الحقائق الانسانیہ وخلاصۃ الالاء الرحمانیہ خیر من بعثتہ من ضئضئی الجود والکرم محمد زین البیت وبہاء الحرام وعلی الہ الاطہار واصحابہ الاخیار وورثۃ العلماء الابرار اما بعد

آجکل رسالہ اعلام الانام مؤلفہ مولوی فقیر اللہ صاحب پنجابی نزیل بنگلور کے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جس میں اس نے بڑی جرأت اور بے باکی سے بحث ”جعلی پیری و مریدی“ مندرجہ اشاعۃ السنہ کا جواب دینے کی کوشش کی ہے اور اسکے فضول اور بے معنے ظاہر کرنے کی رائیگاں سعی کی ہے اور اس میں جابجا کمال بے باکی سے الفاظ نازیبا و بے زبان سے اور کہیں کھلم کھلے استعمال کئے ہیں مگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ مؤلف رسالہ نے اس بحث کو بالکل نہیں سمجھا اور نہ اسکی طرف نظر انصاف سے دیکھا۔ کیونکہ اگر وہ نظر امعان سے اوسکو دیکھتا اور بے جا تعصب سے کام نہ لیتا تو جو خوبیاں انکے مطاوی الحاث میں مضمون ہیں وہ اسکو نظر آجاتیں کہ کس خوبی وخوش اسلوبی سے جناب مولوی

ابو سعید محمد حسین صاحب مدظلہ نے پیری مریدی کے مفاد و اغراض اور اس کی اصلیت و ہسٹری (تواریخ) اور اسکے اقسام جبلیہ و جعلیہ اور اسکی شروط کو بیان کیا اور یہ ظاہر و واضح کر دیا ہے کہ کونسا طریق ان میں سے شرعی جواز کے احاطہ داخل ہے اور کونسا خارج پھر اسپر کس عمدگی سے قرآن و حدیث کی شواہد و دلائل پیش کئے ہیں ممکن ہے کہ مطاوی الحاجات میں کوئی بات قابل نکتہ چینی بھی ہو لیکن جہانتک دیکھا گیا اور میرے ذہن نے کام دیا ہے جناب مولانا موصوف کا مضمون ان بیجا الزامات و رد و قدح کا مورد نہیں جو مولف اعلام نے درشت زبانی اور بے تہذیبی کے ساتھ درج رسالہ کئے ہیں۔ مولف رسالہ نے اصل الحاجات سے تو کچھ تعرض نہیں کیا صرف اس حصہ پر (جس میں مولانا موصوف نے مولوی عبد الجبار کی پیری مریدی پر چند استفسارات بطور خیر خواہی کئے ہیں نہ انکی نسبت کوئی قطعی فیصلہ کیا ہے اور نہ کوئی غیر متعلق حکم آمیز لگا یا ہے) لے دی کی ہے اور جور و عصبیت کی عنان اس طرف موڑ کر خاطر خواہ جوش نکالا ہے اور روٹھے ہوؤں کبطرح ناحق و بے جا الزام رسالہ اشاعۃ السنۃ پر لگا کر اس کا رد لکھ مارا اور اسکے ضمن میں جناب مولانا موصوف کی عظمت کا اقرار کرتے ہوئے انکے حق میں سخت و ناملائم الفاظ کا استعمال کیا (اس سخت گوئی و ناملائمی کا اقرار رسالہ اعلام کے صفحہ ۲۹ میں موجود ہے واز انجملہ بعض الفاظ کا ذکر دوبارہ (۲ ۱ ۳) تحریر میں بھی ہو گا) جو مولانا موصوف کے حق میں مولف اعلام کے زبانی اعتراف عظمت اور اسکے بالواسطہ مولانا موصوف کے شاگرد*

---

* مولف اعلام حافظ عبد المنان صاحب کا ادنیٰ شاگرد ہے۔ جو مولانا ابو سعید صاحب کے حدیث میں شاگرد ہیں لہذا اپنے استاد کی بے جا حمیت میں ان کا استاذ الاستاذ کو برا کہنا مناسب نہ تھا۔

ہونے کی صورت میں نہایت قبیح و نازیبا معلوم ہوتا ہے۔ بنا بریں مجھے خیال ہوا کہ جناب **مولٰنا** موصوف کی تحریر پر جو کچھ صاحب اعلام نے لکھا ہے اور غیر واقعی الزامات کو انکی طرف منسوب کر کے غلط فہمی پھیلائی ہے۔ جس سے یہ خوف ہے کہ کہیں اور لوگ بھی دھوکہ کھا کر بدگمانی میں مبتلا نہ ہو جائیں اس کا مختصر جواب لکھ کر صاحب اعلام کی غلطی ظاہر کروں کیا عجب ہے کہ وہ اپنی لغزش پر متنبہ ہو کر اس کا تدارک کر لے۔ واللہ الموفق للصواب۔

(مبتدا ۱۲) سب سے پہلی بات جسمیں صاحب مؤلف اعلام نے خود غلطی کھائی اور بلا وجہ ناحق جناب مولٰنا ابو سعید محمد حسین صاحب مدظلہ کی نسبت ایک خیالی الزام قائم کیا اور اسکی وجہ سے آپ کے حق میں الفاظ نازیبا (رجماً بالغیب۔ ظن فاسد۔ زلات و عثرات تدنس ثوب اخلاق و تہذیب۔ و غلو نا روا۔ تعدی بے جا وغیرہ) استعمال کئے ہیں اس کا یہ دعوی کرنا ہے کہ جناب مولٰنا موصوف نے مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی کو قادیانی جیسا پیر بنا دیا ہے (خبر ۱۲)۔ ایسا ہی بعض متقرظین رسالہ نے بھی اوسکے ہمصفیر ہو کر اس بات کا افسوس ظاہر کیا ہے۔ مگر یہ سب کچھ ان حضرات کی غلط فہمی ہے۔ جس عبارت سے ان حضرات کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ عبارت ہرگز اس بات پر دلالت نہیں کرتی۔ کہ جناب **مولٰنا** موصوف نے مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی کو قادیانی کی مانند قرار دیا ہو وہ عبارت یہ ہے "مولوی عبد الجبار صاحب پر یہی بدگمانی کی جاتی ہے کہ انہوں نے بھی مرزا کو دیکھ کر پیری مریدی کو وسعت دی ہے اور اپنے امام ہونے کی شہرت پسند کری ہے" ناظرین غور کریں کہ اس عبارت میں جناب **مولٰنا** موصوف نے کہاں کہا ہے کہ مولوی عبد الجبار صاحب پر میں بدگمانی کرتا ہوں اور میں انکو قادیانی کی مانند جانتا ہوں اس عبارت میں جملہ "بدگمانی کی جاتی ہے" میں تو **فاعل** بدگمانی کو مجہول رکھا ہے اور اس سے وہ حضرات علماء مراد ہو سکتے ہیں جو مولوی عبد الجبار صاحب کے شہر میں رہتے

دِن ان کو تقریرًا و تحریرًا بُرا کہتے ہیں۔ نہ مولٰنا موصوف جو اس بدگمانی کو نقل کرنے کے بعد رسالہ اشاعۃ السنہ کے صفحہ ۳۲ میں صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ وہ (مولوی عبدالجبار صاحب) گروہ اہلحدیث کے ایک ممبر ہیں اور یہ خاکسار اس گروہ کا خادم اور ایڈیٹر و پریزیڈنٹ اور اس گروہ کے افعال کا جواب دہ ہے لہٰذا اس کا منصبی فرض ہے کہ وہ غزنوی صاحب کو اس بدگمانی سے بچائے اور اس غلو و بے اعتدالی کو جو اُن کے مریدوں میں پھیل گئی ہے روکدے!! لیجئے اس آخری عبارت میں مولٰنا موصوف نے صاف اور قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ بدگمانی کرنے والے اور ہی ہیں اور مولانا موصوف مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کو اس بدگمانی سے بچانے والے ہیں۔ اس عبارت کے مفہوم صریح و منطوق کو مولوی فقیر اللہ صاحب۔ جو بحکم حبك للشئ یعمی ویصم اپنے استاذ کی عقیدت مفرطہ و حمیت ناروا میں مبتلا ہیں نہ سمجھنا محل افسوس و تعجب نہیں ہے افسوس و تعجب تو ان حضرات علماء پر ہے جو اس رسالہ کی تقریظوں میں اس بیجا الزام کے قائم کرنے میں مولوی فقیر اللہ کے ہمصفیر ہو گئے ہیں افسوس ان حضرات نے صرف مولوی فقیر اللہ کی منقولہ عبارت کو دیکھا اور اس عبارت منقولہ بالا کو جس کو مولوی فقیر اللہ سرقہ کرکے چھوڑ گئے تھے۔ اصل رسالہ نمبر ۱۲ جلد ۲۰۔ اشاعۃ السنہ میں جو ان حضرات کے پاس موجود تھا (اور جن کے پاس وہ رسالہ نہ تھا انکو اصل رسالہ طلب کرکے ملاحظہ کرنا واجب تھا) ملاحظہ نفرمایا اور ع حفظت شیئا و غابت عنك اشیاء کا مصداق بنکر ناحق مولانا موصوف پر الزام لگایا اور انصاف کا خون کیا۔ اور مولوی فقیر اللہ کے ظلم میں حصّہ لیا۔ وہ حضرات اب بھی خدا سے ڈریں اور انصاف سے کام لیکر کہیں کہ مولانا موصوف مولوی عبدالجبار صاحب پر بدگمانی کرنے والے ہیں یا اس بدگمانی سے ان کو بچانے والے ہیں۔ کیا انکا فعل اور آپ لوگوں کا الزام ناحق اس مثل کا مصداق نہیں ہے۔ نیکی برباد گناہ لازم۔ اے حضرات کہاں بدظنی سے بچانا اور ناشی فاسدہ کو

روک کر انکی اصلاح کی فکر کرنا اور کہاں قادیانی کی مانند قرار دینا غرض یہ سب آپ حضرات کی خوش فہمی ہے وبس۔

یہ الزام تشبیہ قادیانی کا جواب ہے، اس تشبیہ کے علاوہ صریح و صاف طور پر بھی اس مضمون میں کہیں مولانا موصوف نے مولوی عبدالجبار صاحب پر دھوکہ دہی اور جلسازی کا حکم نہیں لگایا اور جو کچھ ذکر کیا ہے وہ سب استفسارات اور قضایا شرطیہ کے طور پر ذکر کیا ہے جس سے انکی نسبت دھوکہ دہی وغیرہ کا کوئی یقینی فتوے اور غیر معلق حملہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اشارت اور شرطیات کسی حکم ثبوتی غیر معلق پر دلالت ہی نہیں کرتے۔ بس اس سے حملہ وغیرہ سمجھ لینا مؤلف اعلام اور اس کے ہمنوا ہوں کی خوش فہمی ہے۔

صفحہ ۳۷۵ مضمون پیر مریدی میں جو کہا گیا ہے کہ سجادہ نشین کا بلا تحصیل صفات سلسلہ پیری مریدی کو قائم کرنا دھوکہ دہی ہے" یہ بھی اس فعل پر حملہ ہے نہ مولوی صاحب پر۔ سو بھی اس شرط سے مشروط ہے کہ وہ یہ کہیں کہ صفات پیری مریدی کا تو ہم میں موجود نہیں بایں ہمہ ہم لوگوں سے بیعت استفاضہ لیتے ہیں چنانچہ صت ۳۸۲ وصت ۳۸۳* میں اس شرط کی تصریح موجود ہے۔

دوسری بات جس میں مؤلف رسالہ اعلام نے خود غلطی کھائی ہے اور اسکی وجہ سے مولانا موصوف پر ایک صریح تہمت لگائی ہے اس کا مولانا موصوف کی نسبت زلت نمبر اول تجویز کرنا اور یہ کہنا ہے کہ مولانا موصوف نے بیعت توبہ کو درجہ استحباب میں رکھا ہے اور اسکی مشروعیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ پھر اشاعۃ السنہ صت ۳۸۲ سے یہ عبارت نقل کی ہے "آپ جیسے متبعین سنت کا یہ فعل (خصوصیت اخذ بیعت) ان بدکرداروں کے لئے سند بن گیا ہے۔ لہذا آپ کا بالکل اسکو ترک کر دینا قرین مصلحت ہے آپ پر یہ حدیث عبداللہ بن مسعود رض کہ کوئی شخص نماز میں سے

* یعنے جلد ۲۰ کے۔

طرف پھر بیٹھنے سے شیطان کا حصہ نہ ٹھہراوے مخفی نہیں الخ"! اسکے بعد آپ اس کا ماحصل بیان کرکے جواب کے درپے ہوئے ہیں اور اس مضمون کو چشم حقارت سے دیکھتے ہوئے احسان کے رنگ میں فرماتے ہیں" اگر یہ مضمون کسی دوسرے کا ہوتا تو میں برابر اسکی نسبت یا ہیں الفاظ عرض کرتا کہ یہ مضمون خفیف سخیف منبوذ وراء الظہر کردنی و نظر و توجہ از و برداشتنی ہونے کے سبب محتاج جواب نہیں بلکہ ساقط من الاعتبار ہے"! یہ آپ کے پاکیزہ حضرانہ الفاظ ہیں اور ان الفاظ کا جو مطلب آپنے قرار دیا ہے وہ آپ کے تمام رسالہ کا لب لباب اور مایہ ناز ہے جسکی عبارت آرائی اور ناموزون اور بے معنے فقرہ بندی میں آپنے بہت تکلیف اٹھائی اور در حقیقت آپکی یہ جانکاہی اور تکلف اس بیت کا مصداق ہے ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا .:. جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

یہ امر ناظرین کو ہمارے جواب پڑھنے سے ایسا معلوم ہو جائے گا انشاء اللہ تعالی جیسا کہ نصف النہار میں آفتاب بس واضح ہو کہ عبارات اشاعۃ السنہ میں (جن کی نسبت یہ الفاظ کہے گئے ہیں) غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تحقیر مضمون اور اسکا جواب اور ناپسندیدہ احسان جتانے کا منشاء و مبنی مؤلف اعلام کی خوش فہمی ہے اور جو کچھ اس نے جناب مولانا موصوف کی کلام کا خلاصہ مطلب سمجھا ہے غلط سمجھا ہے۔ اسی غلط فہمی اور مبنی فاسد پر رد و قدح کرتے کرتے اور اسکے ضمن میں دلائل و نظائر پیش کرتے ہوئے اصل مضمون رسالہ کو ختم کر دیا ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس نے خیالی اعتراضات قائم کرنے میں بیجا تکلیف اٹھائی اور در حقیقت جناب مولانا موصوف کے مضمون پر کوئی خدشہ وارد نہیں ہوتا اور مؤلف اعلام اپنے فہم و فخر اور جناب مولانا موصوف کی تحقیر میں اس شعر کا مصداق ہے ؎

اذا قال السّہا للشمس انت خفیۃ + وقال الدجیٰ للصبح لونک حائل

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مؤلف رسالہ نے عبارت منقولہ سابقہ مولانا موصوف کا مطلب بایں الفاظ بیان کیا ہے "اس کا ماحصل یہ ہوا کہ امر مستحب کا التزام یعنی بلاناغہ کرنا جس کو دوام کہتے ہیں مستلزم اسکے وجوب کا ہو جاتا ہے۔ پس درجہ استحباب میں رکھنے کے لئے چند روز اس کا ترک ضروری ہے الخ" جناب مولانا موصوف کی عبارت کا مطلب سمجھنے میں مؤلف اعلام نے پانچ غلطیں کیں ہیں اور انہیں غلطیوں پر اسکے رسالہ کی بنیاد ہے۔

پہلی غلطی یہ ہے کہ اس نے دوام والتزام کو ہم معنے سمجھکر التزام کی تفسیر دوام سے کی اور یہ نہ سمجھا کہ التزام کے معنے لازم سمجھنا اور غیر لازم کو لازم قرار دینا ہے جو عقیدت اور علم پر دلالت کرتا ہے اور دوام میں یہ بات نہیں پھر دونوں کو ہم معنی قرار دیکر دوسرے شخص کی کلام کا غلط مطلب نکالنا اور اسپر دور دراز تا سیدات رد و قدح میں جولانی دکھانا ایک بے معنی بات ہے جس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس نے اپنی ہی غلط فہمی کا رد کیا نہ مولٰنا موصوف کا کیونکہ جس امر کا اس نے رد لکھا ہے مولانا موصوف اسکے قائل ہی نہیں پس مؤلف اعلام کی ساری تگ و پو و خامہ فرسائی غلط فہمی پر مبنی اور خواب وخیال کی مانند ہے۔

دوسری غلطی اس کا یہ سمجھنا کہ جناب مولٰنا موصوف کسی فعل کے درجہ استحباب قائم رکھنے کے لئے ترک چند روزہ ضروری سمجھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات ہرگز صحیح نہیں بلکہ یہ مولانا موصوف پر محض افترا ہے حسن ظنی رکھیں تو یہ کہیں کہ مؤلف اعلام کی غلط فہمی ہے۔

مولانا موصوف نے جو کچھ اس باب میں صفحہ ۲۸۲* اشاعۃ السنہ کہا ہے اسکے الفاظ یہ ہیں "بیعت تو یہ لینے سے اپنی خصوصیت اٹھا دیں حوصلہ ہو تو چند روز کے ہناغے بھی جایز ہو سکے۔

واسطے خود اس عہدہ سے علیحدہ ہو جائیں۔ یہ کام دوسرے بھائی یا شاگرد خاندان کے سپرد کر دیں یہ حوصلہ نہ ہو تو ان کو اس کام میں شریک کر لیں۔ تا کہ آپ کی خصوصیت اٹھ جاوے یا بات آپ ان چکر ہیں کہ ایک شہر میں چند اشخاص کا بیعت لینا جائز ہے۔ تو چند روز کے واسطے اس کام کو ترک کر کے دوسرے کے سپرد کر دینے۔ یا کم از کم اس کو شریک و حصہ دار ٹھہرانے میں کیا عذر ہے۔ اے میرے دوست برادر اور میرے ایک بزرگ کے فرزند آپ غور و انصاف کریں کہ اس بیعت توبہ کے بہانے سے نااہل لوگ کس قدر گمراہی پھیلا رہے ہیں۔ خود حرامکاری و بدکاری کے مرتکب ہوتے ہیں اور اس بیعت کے بہانہ سے لوگوں کو اپنے دام میں پھنسلاتے ہیں اور مرید بنا رہے ہیں۔ ان کا قول و فعل کلمۃ حق ارید بہا الباطل کا مصداق ہو رہا ہے۔ اور آپ جیسے متبعین سنت کا یہ فعل ان بدکاروں کیلئے سند بن گیا ہے۔ لہذا آپ کا اس کو بالکل ترک کر دینا اقرب مصلحت ہے۔ آپ پر حدیث ابن مسعودؓ کہ کوئی شخص اپنی نماز میں دہنی طرف التزام کر کے پھر بیٹھنے سے شیطان کا حصہ نہ ٹھہراوے مخفی نہیں۔ اور نہ یہ قول فقہا کہ نماز کے بعد سجدۂ شکر نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ عوام اسکو واجب سمجھ لینگے مخفی ہوگا۔ لہذا آپ بیعت لینا چند روز ترک کر دیں تو مناسب ہے۔

یہ عبارت والفاظ اونچے آواز سے پکار رہے ہیں کہ مولانا موصوف نہ تو کسی فعل کا درجہ استحباب قائم رکھنے کے لئے اس کا ترک چند روز ضروری یا واجب جانتے اور ٹھہراتے ہیں اور نہ اثر ابن مسعودؓ کا یہ مطلب قرار دیتے ہیں۔ کہ جس شخص نے دہنی طرف پھر بیٹھنے کو ترک نہ کیا اس نے ترک واجب کیا۔ اور نماز میں شیطان کا حصہ مقرر کیا۔ وہ تو "مناسب" و "اقرب مصلحت" الفاظ کہ کر ایک فعل مستحب کی مداومت اگر اس مداومت کے ساتھ لزوم وجوب کا اعتقاد شامل ہو جائے ترک مداومت کو صرف ایک امر مستحسن قرار دیتے ہیں۔ سو بھی اس نظر و خوف سے کہ لوگ اس مستحب کو واجب نہ جان لیں نہ اس خیال سے کہ مستحب پر عملی مداومت ناجائز ہے۔ اور ترکِ مداومت واجب ہے۔ پھر ایسی صریح و صاف عبارت کا مطلب یہ قرار دینا کہ اس میں امر مستحب کی نفس مداومت کو ترک کرنا ضروری کہا ہے۔ اور اثر ابن مسعودؓ کا یہی مطلب قرار دیا ہے محض افترا یا غلط فہمی (جو اس شعر ابی الطیب کی مصداق ہے) سے

وکم من عائب قولاً صحیحاً ۔ وآفتہ من الفہم السقیم) نہیں تو اور کیا ہے۔
پھر مولانا موصوف کی یہ تجویز (کہ اعتقادِ وجوبِ امرِ مستحب اس کے ترک کر دینے سے توڑ دینا مناسب و قرینِ مصلحت ہے) بھی اُنکی اپنی تجویز نہیں ہے بلکہ یہ تجویز حظیرۃ القدوس حضرت رسالت سے آ چکی ہے اور سرورِ کائنات اور فخرِ موجودات کے قول و فعل سے ثابت و مروی ہے۔
صحیح بخاری صفحہ ۱۵۲ میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آپنے فرمایا۔ آنحضرت صلعم ایک

عن عائشۃ رض قالت کان رسول اللہ صلعم لیدع العمل وھو یحب ان یعمل بہ خشیۃ ان یعمل بہ الناس فیفرض علیھم وما سبح رسول اللہ صلعم سبحۃ الضحی قط وانی لا سبحھا وعنھا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلے ذات لیلۃ فی المسجد فصلی بصلوتہ ناس ثم صلے من القابلۃ فکثر الناس واجتمعوا من اللیلۃ الثالثۃ او الرابعۃ فلم یخرج الیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما اصبح قال قد رأیت الذی صنعتم فلم یمنعنی من الخروج الیکم الا خشیۃ ان یفرض علیکم وذلک فی رمضان (صحیح بخاری ص ۱۵۲)

عمل مستحب کو جس کا کرنا آپ پسند کرتے اِس خوف کر ترک کر دیتے کہ لوگ بھی اس کو عمل میں لائیں گے تو وہ عمل (بحکم الٰہی یا بتقریر نبوی) اُن پر واجب ہوجائیگا۔ پھر اس عمل کی ایک مثال حضرت عائشہ رض نے نمازِ چاشت ذکر کی اور کہا ہے کہ آنحضرت صلعم نے (اسی خوف فرضیت سے) اسکو نہیں پڑھا۔ اور میں پڑھتی ہوں۔ دوسری مثال نماز تراویح بیان کی اور فرمایا کہ آنحضرت نے دو شب نماز پڑھی۔ لوگوں نے آپکے ساتھ مل کر پڑھی۔ پھر تیسری یا چوتھی رات آدمی بہت جمع ہو گئے تو آپ نہ نکلے۔ اور صبح ہوئی تو فرمانے لگے۔ میں نے تمہارا اجتماع (اور نماز کے لئے انتظار) دیکھا تو مجھے یہ خوف مانع ہوا کہ وہ نماز (تراویح بہیئت کذائی) تم پر فرض ہوجائے گی۔

یہ تجویز ترک عمل مستحب بخوف فرضیت بعینہٖ وہی تجویز ہے۔ جو مولانا موصوف نے ان احادیث سے اخذ کر کے پیش کی ہے اس میں اُس میں فرق ہے۔ تو صرف یہی ہے۔ کہ جس فرضیت کا خوف آنحضرت صلعم کو ہوا تھا وہ فرضیت منجانب اللہ تھی جو بحکم الٰہی ہو جاتی۔ یا بتقریر نبوی پائی

جاتی۔ اور جس فرضیت یا وجوب کا خوف مولانا موصوف کو ہوا۔ وہ فرضیت یا وجوب جُہلاء زمانہ کے اپنے ہی جاہلانہ خیال سے ہوجاتا ہے۔ وہ جہاں ایک فعل کا التزام صالحین سے دیکھتے ہیں تو یہ سمجھ جاتے ہیں۔ کہ یہ فعل فرض یا واجب تھا۔ تب ہی اسکو ہمارے پیروں پیشواؤں نے لازم کر رکھا ہے جیسے سجدۂ شکر بعد الصلوٰۃ جس کو فقہاء نے بعینہٖ اسی علت سے منع کیا ہے۔ جس کا جواب مؤلف رسالہ اعلام سے کچھ بن نہیں پڑا۔ اور گویا اس نے اس کو تسلیم کر لیا ہے۔

یہ امر مستحب کو آنحضرت صلعم کے بعض اوقات ترک کر دینے کا ذکر اور اُسکی سر کا بیان ہے

اب اس سے بڑھکر سنو۔ بعض اوقات آنحضرت صلعم نے سنّت مؤکدہ کو بھی (جسپر مواظبت تاعمر رہا) امت کیلئے بلا اختلاف مسلم چلا آتا ہے جیسے نماز تہجد اور سنن مؤکدہ) ترک کر دیا ہے۔ اور اسی وجہ کر کتب فقہ و اصول فقہ میں سنّت کی تعریف میں لفظ ترک احیاناً داخل کیا گیا ہے چنانچہ فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں اور حصول المامول میں ہے۔

السنة ما واظب عليها النبي صلى الله عليه وسلم مع تركها احيانا (فتح القدير) واما في عرف اهل الفقه فانما يطلقونها على ما ليس بواجب ويطلق على ما تقابل البدعة - وقيل هي ما واظب النبي صلى الله عليه وسلم مع ترك ما بلا عذر (حصول المامول صفحہ ۲۲)

اس ترک کا سرّ بھی وہی ہے کہ آپ کی دائمی مواظبت سے کوئی اسکو واجب نہ سمجھ لے۔ مؤلف اعلام کو کتب فقہ و اصول میں نظر ہوتی تو مولانا موصوف کی اس تجویز پر کہ مولوی عبد الجبار صاحب چند روز بیعت لینا ترک کر دیں۔ تو مناسب اور قرین مصلحت ہے ہرگز معترض نہ ہوتا۔ وہ تو فقہ و اصول فقہ سے ناواقف معلوم ہوتا ہے۔ لہذا اس کا اعتراض محل تعجب نہیں

مثل مشہور ہے من جہل شیئاً عاداہ تعجب تو ان علماء سے ہے جو فاضل مشہور ہیں۔ اور صاحب تصنیف ہیں پھر وہ بھی اس مسئلہ فقہ و اصول فقہ سے آنکھ بند کر کے مولانا موصوف کی تجویز ترک مستحب بخوف اعتقاد وجوب پر معترض بن بیٹھے ہیں ۔ فلیبک علی العلماء من کان باکیا۔

اس بیان سے مؤلف اعلام کا اعتراض اور اس کی ساری تگ و دو ضائع ہو گئی اور

اس کے رسالہ کا بنیادی پتھر بھی موہوم اور فرضی ثابت ہوا۔ اور جو اُس نے جناب مولانا موصوف کی نسبت لکھا تھا کہ "پھر اس پر طرّہ یہ کہ اس رسالہ میں ادھی ورتوت واوہن من بیت العنکبوت پر بہت کچھ لمبی چوڑی عمارت بنانے کا قصد کیا ہو لہے" ما وہ سب اُسی کے مناسب حال ثابت ہوا۔

اس بیان کے بعد رسالہ ا۲۱ کے اور اغلاط کا بیان کرنا ضروری نہ تھا۔ تاہم استقصاء افحام و استیفاء انتقام کی غرض سے اُسکے اَور اغلاط کو بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

مؤلف رسالہ کا یہ خیال کہ جناب مولانا موصوف مداومت بیعت توبہ کو پولٹیکل کا حکم بنا دینا سمجھے ہیں۔ اور اس بنا پر اس کی ترک ضروری جانتے ہیں یہ اسکی تفسیری غلطی ہے مولانا موصوف ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ مداومت بیعت توبہ اُس کو پولٹیکل حکم بنا دیتا ہے۔ البتہ اُن کے الفاظ ان غزنویہ کے بعض اتباع مصداق "پیراں نمی پرند مریداں مے پرانند" کا اس قسم کے اشتہار دینا کہ "آؤ فلاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرو کیونکہ یہ وہ کام ہے کہ صحابہ رضؓ نے اُس کو آنحضرت صلعم کے دفن کفن پر بھی مقدم کیا تھا" وغیرہ امور کو مولانا موصوف اس کے پولٹیکل حکم خیال کرنے نتیجہ سمجھے ہیں۔ نہ صرف مداومت بیعت توبہ کو اس کا موجب قرار دیتے ہیں جیسا کہ مولف اعلام نے سمجھ لیا ہے۔ اور بزعم خود اس کے رد کے درپے ہو کر اعیان گروہ اہلحدیث سے مداومت بیعت توبہ کی خیالی شہادتیں اور فرضی عمل درآمد نقل کیا ہے۔ جو کسی طرح مؤلف کے مفید طلب اور مولانا موصوف کے مخالف نہیں ہو سکتا۔ اگر سلف صالحین سے بیعت توبہ کے اشتہار دینا اور اسکی اہمیت پر زور لگا کر اُسے آنحضرت صلعم کے دفن کفن پر مقدم ثابت کرنے کی کوششیں اور عمل درآمد منقول ہوتا تو البتہ مؤلف اعلام کو مفید ہوتا صرف مداومت کی شہادتوں سے یہ مقصود ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا صرف مداومت بیعت توبہ کو تو مولانا موصوف بھی اُس کے پولٹیکل حکم بنا دینے کا باعث نہیں سمجھتے ص ۳۵۱ و ۳۵۲ اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ جنکی عبارات اوپر منقول ہیں۔ صاف مظہر ہیں کہ بیعت توبہ کے نوٹس دینے اور اسکی اہمیت پر زور لگانے اور اس امر کے ظاہر کرنے سے کہ صحابہ رضؓ نے اس امر کو آنحضرت صلعم کے دفن کفن پر بھی مقدم کیا تھا وغیرہ امور سے (جو درحقیقت پولٹیکل بیعت کے خصوصیات سے ہیں)

مولانا موصوف کو یہ خدشہ ہوا کہ ان لوگوں نے بیعت توبہ مستحبہ میں غلو کر کے اوس کو اسلام کا پولٹیکل حکم بنا دیا ہے نہ یہ کہ آپنے صرف مداومت بیعت توبہ کو ایسکے پولٹیکل حکم اسلام بنا دینے کا باعث سمجھا ہے۔ پس مولف اعلام کا اصلی باعث کو نظر انداز کر کے غلط باعث قرار دینا پھر اپنہ۔ تصدیق و تائید کے لئے خیالی شہادتوں اور فرضی عمل درآمد کا نقل کرنا بے سود اور دفع الوقتی ہے۔

مولانا موصوف نے جو مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی کو چند روز بیعت توبہ مصلحتاً ترک کر دینے کی راے دی ہے۔ اسکی وجہ بھی صاحب اعلام نے یہی قرار دی ہے کہ چونکہ مولانا موصوف ترک مداومت کو ضروری سمجھتے ہیں لہذا انکی یہ راے بھی اسی پر مبنی ہے تاکہ بیعت توبہ مذکورہ درجہ استحباب سے گذر کر درجہ وجوب کو نہ پہونچ جاوے۔ چنانچہ وہ اعلام صفحہ ۴ میں لکھتے ہیں "چنانچہ جناب مولانا عبد الجبار صاحب غزنوی نے اس بیعت توبہ پر ہمیشگی کر دی ہے لہذا آپکی یہ وصیت ہے کہ آپ بیعت لینا چند روز ترک کر دیں۔ مگر یہ صحیح نہیں اور یہ صاحب اعلام کی چوتھی غلطی ہے۔ اس غلطی کا ایک قطعی ثبوت تو یہ ہے کہ اگر اس راے جناب مولانا موصوف کی یہ علت قرار دیجاے جو صاحب اعلام نے بیان کی ہے تو بزعم مولف چونکہ مولانا موصوف ترک مداومت ضروری جانتے ہیں لہذا راے بھی قطعی طور پر ترک کرنے کی ہونی چاہیئے تھی اور وہ بایں الفاظ ہوتی کہ آپ بیعت لینا قطعاً ترک کر دیں یا ترک مداومت لازم... ضروری خیال کریں یا ایسے اور الفاظ سے جو مثبت ضرورت یا مشعر قطعیت ہوں نہ اُن الفاظ سے جو تخییر واولویت پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ لفظ "مناسب" "قرین مصلحت" وغیرہ۔ الغرض اگر یہ وجہ ہوتی جو مولف رسالہ نے ذکر کی ہے تو مولانا موصوف ضرور الفاظ ضرورت وغیرہ کو ذکر کرتے اس صورت میں الفاظ "تخییر کا موقعہ ہی کیا تھا جو آپنے استعمال

کئے ہیں وہ تو صاف اس بات کو ظاہر کر رہے ہیں کہ چند روز آپکا بیعت لینے کو ترک کرنا مناسب و قرین مصلحت ہے۔

جو صاحب جلد ۲۰ اشاعۃ السنہ صفحہ ۳۸۱ و ۳۸۲ کو مطالعہ کریں گے میرے اس بیان کی تصدیق کریں گے انہیں صاف طور پر یہ سمجھ میں آجائے گا کہ مؤلف اعلام نے جناب مولانا موصوف کی رائے و مشورہ ترک بیعت کی علت اور سبب سمجھتے ہیں غلطی کی ہے اور جو کچھ ردّ و قدح وغیرہ کی بنیاد اس پر رکھی ہے وہ بناء الفاسد علی الفاسد کا مضمون ہے۔

اس وصیت کی وجہ مولوی عبد الجبار صاحب کے معتقدوں اور مریدوں کا وہ غلو ہے کہ وہ انکو عام پیروں سے بڑھا چڑھا کر درجہ امامت تک پہنچا چکے ہیں حتٰی کہ آپ جیسے منسوب بعلم انکو امام الوقت و مہدی* ہی کہنے لگ گئے ہیں۔ اپنے رسالہ تفسیر السلف کا صفحہ ۱ سطر ۲۰ و ۲۱ ملاحظہ فرماویں اور داد انصاف دیکر کہیں کہ کرشن قادیانی اور مولوی عبد الجبار میں بجز ایک لقب مسیح موعود آپنے کیا

*؎ کرشن قادیان فخر نکریں کہ امام و مہدی ہم ہی ہیں انکے ہمعصر اور بھی ہیں جن کو امام و مہدی کہا جاتا ہے۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ کرشن جی کا دعوی مہدویت اور معنی کے رو سے ہے اور مولوی عبد الجبار صاحب کے معتقدوں کا انکو مہدی کہنا اور لحاظ د معنے سے ہے تاہم شارکت لفظی تو ہے لہذا اب کرشن جی کو چاہیئے کہ وہ لفظ امام الوقت امام مہدی کی اپنے لیئے رجسٹری کرا کے دوسروں کے حق میں استعمال کرنے کی ممانعت کروا دیں ورنہ ایک نہ ایک مرید یا معتقدین مولوی عبد الجبار صاحب سے لقب مسیح موعود بھی ان کے حق میں استعمال کر کے آپ کی خصوصیت کو اٹھا دیں گے اور آپ کی سالہا سال کی کد و کاوش و محنت پر پانی پھیر دیں گے۔

(ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ)

زق رہنے دیا؟ لہذا اس غلو کو روکنے کے لئے مولانا موصوف نے استفسار کیا کہ آپ کی بیعت توبہ ہے یا استفاضہ؟ اگر بیعت توبہ ہے تو پیر کہلانے کی کوئی وجہ نہیں اور نہ آپکی اس میں کوئی خصوصیت ہونی چاہیئے۔ اس غلو کو رد کرنے کے لئے آپ بشرط حوصلہ چند روز بیعت لینا ترک کر۔ یا تو مناسب ہے یا اپنی خصوصیت اٹھا کر اور بھائیوں اور خلفاء کو اس میں شریک کریں وغیرہ تاکہ یہ غلو دور ہو جاوے اور آئندہ کسی قسم کا خدشہ اور بدظنی پیدا نہو۔ ناظرین صفحہ ۳۸۱ و ۳۸۲ جلد ۲ ملاحظہ فرماویں اس میں یہ بات صاف طور پر نظر آجائے گی اور مؤلف اعلام کی غلط فہمی کا یقین ہو جائے گا۔

پانچویں غلطی یہ ہے جو اعلام صفحہ ۱۰ میں کہا ہے "اب رہا ترک بیعت توبہ

آپکا استدلال صحیح بخاری کے اس باب من ترك بعض الاختيار مخافة ان يقصر فهم بعض الناس عنه فيقعوا في اشد منه سو یہ استدلال پہلے استدلال سے جو اثر عبداللہ بن مسعود رض کیا گیا ہے زیادہ تر مفضے الی العجب ہے کیونکہ دعوے و دلیل میں کچھ بھی مطابقت نہیں "ولا بدمنها كما تعلمون" پھر اسکی تفصیل اور بلا فائدہ تطویل کی غرض سے اعلام صفحہ ۱۱ میں آپنے کہا ہے: "غرضکہ جناب مولانا مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کا بیعت توبہ لینا اگر مفضی اور مؤدی ہوتا طرف کسی بدعت یا کسی معصیت یا کسی کے کفر و ضلالت یا کسی دوسری شناعت و قباحت و وقاحت کے اور اسکے ترک کرنے اس سے ... اور کوئی مصلحت ہوتی۔ تو البتہ آپ کا یہ استدلال کچھ مجدی و مفید تھا حالانکہ ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں مؤلف نے اس مقام پر بالکل تجاہل و تغافل سے کام لیا ہے۔ جناب مولانا موصوف صاف طور پر اس امر کا اظہار کر چکے ہیں کہ مولوی عبدالجبار صاحب کی بیعت سے اُن کے مریدوں میں مریدان قادیانی کا

سا غلو پیدا ہوگیا ہے۔ اور خاکسار اوپر نقل کرچکا ہے کہ آپ جیسے غالی پیر و مولوی صاحب کو امام الوقت و امام مہدی کے القاب سے یاد کرنے لگ گئے ہیں جس سے آیندہ بہت خطرناک حالت کا نقشہ دکھائی دیتا ہے لہٰذا امر مستحب یعنی اخذ بیعت توبہ مولوی عبدالجبار صاحب کا اس خوف و خطرہ کی وجہ سے ترک کردینا بموجب باب من ترك الخ صحیح بخاری مناسب ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ دلیل و مدعٰی میں پوری مطابقت ہے اور جو صاحب اعلام نے باب بخاری اور جناب مولانا موصوف کے مدعٰی میں عدم تطابق کا دعوی کیا ہے۔ وہ صحیح نہیں جن مفاسد کا خوف مولوی عبدالجبار صاحب کی بیعت اور ان کے مریدوں کے غلو کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے ان کا اظہار بخوبی ہوچکا ہے جس کے لحاظ سے مؤلف اعلام کا دعوی عدم تطابق بالکل تغافل اور تجاہل محض پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔

یہ اغلاط خمسہ مؤلف رسالہ اعلام کی دوسری بات کی (جس کو اس نے زلّت نمبر اول قرار دیا تھا بطور مشتے نمونہ خروارے ہیں۔ اور مہنوز بہت سے اغلاط کو فضول سمجھ کر نظر انداز کیا گیا ہے اسی قدر اظہار سے بخوبی آشکار ہوگیا کہ جو کچھ صاحب اعلام نے اپنی خیالی زلّت نمبر اول میں کہا ہے اور اسپر بنا مفاسد (ردّ و قدح طعن و طنز و الفاظ نازیبا کا استعمال یا زلّات و عثرات و غلط فہمی کی نسبت یا مضمون کو خفیف و سخیف مینو ذو راء الظہر کہنا یا اوہی قرنوت و داہن من بیت العنکبوت ہباءً منثورًا سے تعبیر کرنا اور ایسے لغویات سے اپنے مسلّم مقتدا کی تحقیر کرنا جو چھوٹا منہ بڑی بات کا مصداق اور شعر ؎ وطاولت الارض السماء سفاهةً ✦ وفاخرت الشهب الحصا والجنادل کا مورد بنتا ہے) رکھی تھی وہ اسی کی خوش فہمی کا نتیجہ نکلا اور سراسر فرضی و خیالی ثابت ہوا اور معلوم ہوا کہ وہ مغلوب الغیظ ہو کر جناب مولانا موصوف کے مضامین اور مقاصد کو نہ سمجھ سکا اور فرط عقیدت بحق استاذ کی وجہ سے درپئے ردّ ہوگیا۔ مگر

خیالی اور فرضی بنیاد پر کوئی چیز واقعی قائم نہیں ہو سکتی اس لئے یہ کہنا بجا ہے کہ رسالہ اعلام کی بزعم مصنف ردّ و قدح کی لمبی چوڑی عمارتیں اور طعن و تشنیع کے سنگین قلعے بناء الفاسد علی الفاسد کا مصداق ہیں۔

امامت کے متعلق صاحب اعلام کی بحث غیر مکمل ہے۔ ومع ہذا اس کے متعلق مولانا موصوف اپنے رسالہ نمبر ۵ و ۶ میں کافی بحث کر چکے ہیں۔ اس وجہ سے خاکسار نے اس بحث سے تعرض نہیں کیا۔

تیسری بات جس پر مؤلف اعلام نے مؤاخذہ کیا اور اس کو زلت نمبر دوم قرار دیا ہے۔ یہ ہے کہ جناب مولانا موصوف نے حنظلہ بن الربیع کو حنظلہ غسیل الملٰئکۃ کہا ہے۔ اس کے جواب میں خاکسار کہتا ہے۔ کہ یہ علمی غلطی نہیں بلکہ صرف نظر کی سبقت ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا موصوف کی توجہ و التفات صرف متن کی طرف رہی اس کے اسناد کی طرف متوجہ نہ ہوئی۔ کہ اس کا راوی کون حنظلہ ہے حنظلہ بن مالک ہے یا حنظلہ بن الربیع ہے اگر وہ ادنیٰ نظر التفات کرتے تو متن مشکوٰۃ میں حنظلہ بن الربیع کا نام پاتے اور حاشئے میں اسکی تفصیل دیکھ لیتے۔ کہ یہ حنظلہ بن مالک اور غسیل الملائکہ نہیں ہے۔ اور اس عدم التفات کی وجہ یہ ہے کہ اسناد و رواۃ کا دیکھنا محدثین سلف میں صحت و سقم متن کیلئے ہوتا تھا۔ اور ۳۰۰ھ سے یہ امر مفقود اور باب تصحیح بمجرد نظر اسانید مسدود ہو گیا ہے۔ تو اسناد حدیث کی طرف نظر کرنا بھی اصل مقصود سے خارج ہو گیا امام ابن الصلاح کتاب علوم الحدیث کے نوع اول کے فائدہ دوم میں فرماتے ہیں۔ "وصار معظم المقصود بما يتداول من الاسانيد خارجا عن ذلك ابقاء السلسلة الاسناد التى خصت بها هذه الامة زادها شرفا۔ آمين" بناءً علیٰ ہذا جناب مولانا موصوف نے حدیث کے راوی کی طرف پوری توجہ و التفات نہ کیا حنظلہ کا نام دیکھ کر اس کو غسیل الملٰئکہ سمجھ لیا۔ اور حدیث کے متن سے استدلال کیا۔ اور اسناد کی طرف توجہ نہ کی۔ اس کے باپ کا نام نہ دیکھا۔ اس کی نظیر مؤلف اعلام کا اس رسالہ کے صفحہ ۱۶ سطر اول میں قران کی آیت اللہ اعلم حيث يجعل رسالته میں اعلم کی جگہ

تعلیم لکھدیتا ہے۔ جو اہل علم سے کجا ناظرہ خوان قرآن پڑھنے والے کے میانجی سے بھی نہیں ہوتا
اس کے جواب میں یہ کہو گے کہ ہم نے نظر نہیں کی۔ یا سبقت نظر ہو گئی۔ یہی بات مولانا موصوف
کے حق میں تجویز فرماتے اور حسن ظنی کام میں لاتے۔ آپنے سوء ظنی سے کام لیا۔ تو خدا تعالی نے آپکو ہاتھوں
ہاتھ بدلہ دے دیا۔

مضمون جعلی پیری و مریدی میں مؤلف اعلام کو باوجود کد وکاوش اور کوئی بات قابل
مواخذہ نہ ملی تو بحکم الغریق یتشبث بالحشیش اس مضمون سے تیرہ برس پہلے چھپے ہوئے رسالہ
اشاعۃ السنۃ جلد ہفتدہم مطبوعہ ۱۸۹۴ء سے بزعم خود ایک غلطی نکالنے کی کوشش کی مگر اس کی وہ
کوشش بھی اکارت نظر آتی ہے۔ اور مصداق آیت حبط ما صنعوا فیہا معلوم ہوتی ہے اسکی
تفصیل یہ ہے کہ صفحہ ۳۴ رسالہ اعلام میں مؤلف نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرکے کہا
ہے۔ کہ اس حافظ دین وحامئے سنن سید المرسلین (یعنے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) پیاد راُن
کے ہم پلہ حضرت انس رضی اللہ عنہ پر بعض احناف عیسے بن ابان واتباعہ نے بہت سخت حملہ بیجا
کرکے زمرۂ فقہا سے اُن کو خارج اور پایۂ اعتبار سے ساقط کرچکے ہیں۔ اور اسکے حاشیہ میں اُن
فقہا حنفیہ کا رد محققین حنفیہ سے نقل کرکے صفحہ ۴۹ میں کہا ہے کہ "اسی مسلک غلط کے تگ سگ
باعتبار منشا و مآل کے جناب مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب دام مجدہم بھی سالک ہوئے
اور بڑی سختی سے عصمت انبیاء نمبر ۲ جلد ۱۷ رسالہ اشاعۃ السنۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
کو غلط فہمی کی نسبت بزور و شور و بسط وطوالت مودی الی الملالت فرماچکے ہیں۔ حالانکہ یہ نسبت
غلطی کی سراسر غلط ہے یعنے یہ تغلیط آپ کی نمبر سوم منجملہ زلات وعثرات آنجناب ہے"
خاکسار کہتا ہے یہ نمبر سوم زلت بھی مؤلف رسالہ اعلام کی زلت ہے۔ مولانا موصوف کا
دامن عصمت اس تہمت سے پاک ہے۔ وہ عیسے بن ابان اور اسکے متقلدین متاخرین کے مسلک کو بہی
قدیم تصانیف میں صاف رد کرچکے ہیں۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ
کو فقہاء صحابہ سے یقین کرتے ہیں۔ اس بات کو ہم انکی سابق تصانیف سے نقل کرتے ہیں۔

جناب مولانا موصوف ضمیمہ نمبر ۱ مطبوعہ ۲۳ نومبر ۱۸۹۶ء میں عیسے بن ابان وغیرہ متاخرین حنفیہ کی اس بات کو کہ قیاس کے مقابلے میں حدیث کے مقبول ہونے کے لئے فقہ راوی شرط ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فقیہ نہ تھے۔ صاف ردّ کر چکے ہیں۔ چنانچہ امام رازی کے رسالہ ترجیح مذہب شافعی سے نقل فرماتے ہیں یہ واعلم ان الخصوم لما لم یجدوا لھذا الخبر تاویلاً البتۃ بسبب انہ نص فی محل الخلاف اضطروا الی ان یطعنوا فی ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالوا انہ کان متساھلاً فی الروایۃ وما کان فقیھاً الخ تا آخر عبارت جس میں اس مذہب عیسے بن ابان کا پورا ردّ ہے۔

کتاب دراسات اللبیب میں جو آپ کی زیر نگرانی لاہور میں چھپی ہے۔ بڑے زور شور سے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فقیہ ہونے کا ثبوت دیا گیا ہے۔ جس عبارت مولانا موصوف سے مؤلف اعلام نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آپ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو غیر فقیہ جانتے ہیں۔ وہ عبارت خود مؤلف کی تکذیب کر رہی اور یہ شہادت دے رہی ہے کہ مولانا موصوف ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو مجتہد جانتے ہیں آپ نے صاف طور پر اس میں یہ کہا ہے کہ "یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد و رائے ہے" اور یہ بات ظاہر ہے کہ کسی کی رائے کو اجتہاد کہنا بعینہٖ اس کو مجتہد کہنا ہے۔ پھر آپ پر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو غیر فقیہ کہنے کا الزام لگانا اور آپ کے سلک کو مسلک عیسے بن ابان قرار دینا افتراء محض نہیں تو اور کیا ہے۔

آب رہا مولانا موصوف کا مبحث عصمت انبیاء میں اجتہاد ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو غلطی کی طرف منسوب کرنا سو یہ اس امر کا مثبت نہیں ہے کہ مولانا موصوف ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو غیر فقیہ یا غیر مجتہد جانتے ہیں۔ ایسا ہو تو جملہ مجتہدین مسلم الاجتہاد کا (جن کے حق میں توضیح تلویح صد ۲۳۹ میں اور دیگر کتب اصول میں بطور اصول کہا گیا ہے کہ المجتهد یخطی و یصیب اور اس کی مصدق صحیح مسلم صد ۷۶ جلد ۲ کی یہ حدیث ہے (اذا حکم الحاکم فاجتهد ثم اصاب فله اجران واذا حکم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر) غیر مجتہد ہونا لازم آتا ہے اور اہل السنہ سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اس قاعدہ کتب اصول اور حدیث نبوی ﷺ سے صاف ثابت ہے کہ مجتہد سے اجتہاد میں غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ جب وہ ایک اجر پاتا ہے تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کو غلطی کی طرف منسوب کرنے پر شور و غل مچاتا اور اسکو عیسےٰ بن ابان کا مسلک قرار دینا یا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو غیر فقیہ کہنے کا الزام اس سے نکالنا تنکے کو پہاڑ بنانا نہیں تو اور کیا ہے؟ جو سراسر ظلم اور بے انصافی کی بات ہے۔ اور طرفہ یہ کہ جس نسبت غلطی سے مؤلف اعلام نے جناب مولانا موصوف پر یہ الزام لگایا ہے کہ آپ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو غیر فقیہ کہتے ہیں۔ بعینہٖ یہی نسبت غلطی کی خود مؤلف اعلام سے بحق حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ (جن کے مجتہد اور فقیہ ہونے میں عیسےٰ بن ابان یا کسی اور حنفی کو بھی اختلاف نہیں ہے) سرزد ہوئی ہے

چنانچہ تفسیر السّلف کے صفحہ ۳ میں اوس نے صحیح مسلم سے ابوہریرہ رضے
اللہ تعالےٰ عنہ کی وہ حدیث کہ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم
نے اُن کو اپنی نعلین مبارک دیکر کلمہ شہادت بصدق دل پڑھنے
والے کو جنت کی خوشخبری سنانے کے واسطے بھیجا اور حضرت عمر
رضے اللہ تعالےٰ عنہ نے اُن کو چھاتی پر ایسا مارا کہ چت گر پڑے
نقل کرکے کہا ہے کہ "فی الواقع حق بجانب ابو ہریرہ رضے اللہ عنہ
تھا۔ اور فاروق اکبر رضے اللہ تعالےٰ عنہ خطا پر تھے۔ مگر جوش اسلام
کی وجہ سے باوجود خطاء اجتہادی کے حضرت عمر رضے اللہ تعالےٰ عنہ
ماجور ہوئے۔

پھر ایک اور قصہ صحیحین سے نقل کیا ہے کہ حضرت فاروق اکبر رضے
اللہ تعالےٰ عنہ ہشام بن حکیم صحابی کو فقط اتنی بات پر کہ وہ سورۂ فرقان
کو ایک ایسی قرارت میں پڑھ رہے تھے جو فاروق رضے اللہ تعالےٰ
عنہ کو معلوم نہ تھی۔ ان کے گلے میں کپڑا ڈالکر بڑی بے عزتی کے ساتھ
حضور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم میں لے گئے اور حق
بجانب ہشام نکلا،، (اس سے مؤلف اعلام و تفسیر السّلف نے یہ جتایا
ہے کہ حضرت عمر رضے اللہ تعالےٰ عنہ کی جانب خطا تھی۔

پھر تعجب ہے کہ حضرت عمر رضے اللہ تعالےٰ عنہ اور ان کے اجتہاد کی
طرف خطا کی نسبت کرنے سے آپ تو حضرت عمر رضے اللہ تعالےٰ عنہ
کو غیر فقیہ اور غیر مجتہد کہنے والے نہ ہوئے اور مولانا موصوف حضرت
ابو ہریرہ رضے اللہ تعالےٰ عنہ کے اجتہاد کو خطا کی طرف منسوب کرنے
سے غیر فقیہ کہنے والے ہو گئے اور عیسےٰ بن ابان کے آگ بھبھوکا بن گئے

یہ بے انصافی اور بوالعجبی نہیں تو اَور کیا ہے؟۔

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ نہ مولانا موصوف نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ کو عیسے بن ابان کی طرح صاف اورصریح طور پر غیر فقیہ کہا ہے۔ اور نہ اونکو خطا اجتہادی کی طرف انکے منسوب کرنے سے آپکا غیر فقیہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس باب میں جو کچھ مؤلف اعلام نے کہا ہے وہ باطل و کذب ہے۔

رہا یہ امر کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی وقوع میں آئی ہے (جیسا کہ بزعم مؤلف رسالہ تفسیر السلف و رسالہ اعلام حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے وقوع میں آئی ہے) یا نہیں؟ اس کا جواب مولانا موصوف اپنے مضمون مذکور میں خود دے چکے ہیں لہذا خاکسار اسکے بیان سے تعرض نہیں کرتا۔ کہ یہ مختصر سا صرف اعلام کی غلط فہمیوں کا بیان ہے۔ امید ہے کہ وہ اسکو پڑھکر اپنی زلات پر مطلع ہونگے۔ اور ان اشارات کو سمجھکر آیندہ کبھی انکے جواب کیطرف متوجہ نہونگے۔ اور ایسے نازیبا الفاظ کسی کے حق میں بھی استعمال نہ کرینگے خصوصًا ایسے فضلاء کے حق میں جن کو وہ خود گاہے گاہے بڑے معزز الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور انکی عظمت اور مدافعت عن الاسلام کے

* آپ کے مضمون عصمت انبیاء کی نسبت مؤلف حاشیہ صـ ۲۹ رسالہ اعلام میں لکھتے ہیں کہ

ماشاء اللہ آپ کا یہ مضمون نہایت ہی عجیب غریب جواب دندان شکن و مسکت خصم ذی ضغن ہے جزاہ اللہ تعالی عنا وعن الاسلام جزاءً خیرا وجعل سعیہ مشکورًا وجعلہ محیبًا ومقابلاً لمن کان ظالمًا اثما او کفورًا

اور صفحہ ۳۰ میں رسالہ اعلام کے لکھتے ہیں۔ یہ کام (مدافعت عن الاسلام ورد مبطلین اسلام) مولانا کا ہے اور وہ باحسن وجہ ... اسلام کو مدت العمر سے ادا کرتے ہیں گویا وہ اسی خدمت کیلئے

(باقی بر صـ ۲۵۵ پڑھے)